بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مختصر سوانح حیات

چودھویں صدی کے مجدد و محدث امام مولانا عبدالوہاب صاحب رحمہ
بانی جماعت غرباء اہلحدیث ہند

و مصنف

ھدایۃ النبی المختار

الی

مَنْ یُّصَلِّیْ اِلٰی یَوْمِ الْقَرَارِ

یعنی

نماز با معنی

ناشر

مکتبہ سلفیہ و کتب خانہ اہلحدیث رجسٹرڈ

۹۹۸ محمدی جامع مسجد صدر بازار دہلی۔ فون 514303

جملہ حقوق محفوظ بحق
مولانا عبدالماجد سلفی و مولوی عبدالواحد
و عبدالوارث و حافظ عبدالرحمن سلمہم

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	نام مصنف ہدایۃ النبی	۳
۲	تاریخ پیدائش	۳
۳	آغاز حصول علم	۵
۴	تحصیل علم میں مشقت	۶
۵	مقلدین متعصبین کی آپ سے دشمنی	۷
۶	تحصیل علوم میں فراغت	۷
۷	قیام مدرسہ دار الکتاب والسنہ	۸
۸	مدرسہ صدر کی مسجد کلاں میں	۹
۹	سفر رنگون و اسباب تبلیغ	۱۰
۱۰	علوم آسمانی کی عظیم درسگاہ	۱۱
۱۱	مولانا کا طریق تعلیم اور طلباء سے حسن سلوک	۱۲
۱۲	مولانا مرحوم کے تلامذہ	۱۳
۱۳	مردہ سخن کا احیاء	۱۷
۱۴	بارہ تکبیروں کے ساتھ کھلے میدان میں نماز عیدین کا ادا کرنا	۱۷
۱۵	مستورات کو عیدگاہ لے جانا	۱۷
۱۶	خطبہ جمعہ سامعین کی زبان میں	۱۸
۱۷	صلوٰۃ جنازہ بالجہر	۱۸
۱۸	فسخ نکاح عورت مظلومہ	۱۹
۱۹	اذان جمعہ	۱۹
۲۰	کلمہ توحید صرف لا الٰہ الا اللہ ہے	۱۹
۲۱	مسئلہ اکراہ ــ گائے کی قربانی	۲۰
۲۲	مسئلہ امارت	۲۳
۲۳	صحیفہ اہلحدیث	۲۶
۲۴	تصانیف ــ شمائل	۲۷
۲۵	حج ــ ازواج و ذریات	۲۹
۲۶	انتقال	۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سوانح حیات حضرت الحافظ العلامہ مولانا عبدالوہاب صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف کتاب ہذا

نام عبدالوھاب۔ ابو محمد کنیت، چودھویں صدی کے مجدد و محدث ہند خطاب تھا، سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ عبدالوہاب بن حاجی محمد بن میاں خوش حال بن میاں فتح بن میاں قائم۔

تاریخ پیدائش آپ کی پیدائش ۱۲۸۰ھ یا[1] ۱۲۸۱ھ میں قصبہ واسوآستانہ ضلع جھنگ پنجاب کے ایک زمیندار گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحبؒ واسوآستانہ سے ہجرت کر کے قصبہ مبارک آباد ضلع ملتان میں آکر

---

[1] تاریخ پیدائش میں قدرے اختلاف ہے، وہ اس طرح کہ:۔

(۱) حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب مرحوم محدث سامرودی تلمیذ رشید مولانا مرحوم نے اپنے قابل قدر استاد کی شہرۂ آفاق تصنیف ھدایۃ النبی الخ کے شروع میں اپنے استاد محترم کے مختصر حالات قلم بند فرمائے ہیں۔
"ہدایۃ النبی" الخ مطبوعہ کراچی ۱۳۷۶ھ کے صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں کہ "ہم ۱۳۲۲ھ میں مدرسہ میں داخل ہوئے تھے" اس سے قبل صفحہ ۳ پر (باقی حاشیہ صفحہ ۴ پر)

آباد ہو گئے۔ آپ کی زندگی کی پانچ بہاریں گزر جانے کے بعد چھٹے برس میں آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ پہلے تو آپ کو اپنے گاؤں کی مسجد میں قرآن مجید پڑھنے بٹھایا گیا لیکن بعد میں آپ مع اپنے حقیقی برادر خورد مسمی نور محمد صاحب مرحوم لکھوکے ضلع فیروزپور میں حضرت مولانا حافظ محمد صاحب لکھوی مؤلف تفسیر محمدی پنجابی کے مدرسہ میں آکر داخل ہو گئے۔ لکھوکے اُس زمانہ میں پنجاب میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳) لکھتے ہیں کہ "آپ کی عمر اس وقت ۳۶ برس کی تھی"۔ مولانا سامرودی صاحب کی تحریر سے یہ معلوم ہوا کہ ۱۳۳۲ھ میں مولانا مرحوم کی عمر ۳۶ برس کی تھی، تو اس حساب سے پیدائش ۱۲۸۴ھ یا ۱۲۸۵ھ ہوتا ہے۔

(۲) اخبار "المدینہ" بجنور نے اپنی اشاعت ماہ جولائی ۱۹۳۷ء میں مولانا مرحوم کے انتقال پُرملال کی خبر شائع کی تھی اس میں لکھا تھا کہ "مولانا مرحوم نے ۷۵ برس میں انتقال فرمایا ہے"۔ اگر ۱۹۳۷ء میں مولانا مرحوم کی عمر ۷۵ برس تسلیم کریں تو بحساب سن ہجری آپ کا انتقال ۱۳۵۶ھ میں ہوا ہے۔ اس میں سے ۷۵ برس کم کریں تو سن پیدائش ۱۲۸۱ھ اور عیسوی ۱۸۵۶ء ٹھیرتا ہے۔

(۳) سوم خود حضرت مولانا مرحوم نے انتقال سے ۳ ماہ ۱۰ یوم قبل اواخر ماہ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ کو اپنی جماعت کو جو وصیت فرمائی تھی وہ وصیت بلفظہ صحیفہ اہلحدیث دہلی مجریہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ میں شائع ہوئی ہے اس میں مولانا مرحوم کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ "میری عمر اس وقت تقریباً ستر برس کی ہوگی الخ"۔ یعنی اواخر ماہ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ میں بقول خود مولانا مرحوم کی عمر تقریباً ستر برس کی تھی تو اس حساب سے پیدائش ۱۲۸۰ھ یا ۱۲۸۱ھ میں ہوئی۔

اب یہ تین اقوال و اخبار و اقوال ہیں جن میں نہایت غور و فکر کرنے کے بعد میں نے خود مولانا مرحوم کے فرمان کو ترجیح دی ہے۔ یہی بات میرے نزدیک زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ابو محمد میانوالوی

علم صرف و نحو کا مرکز تصور کیا جاتا تھا۔ آپ دونوں بھائی اسی مدرسہ میں داخل ہو گئے۔

آغاز حصولِ علم مولانا مرحوم نے قرآن مجید حفظ شروع کر دیا خدائے تعالیٰ نے آپ کو ذہن کی تیزی سے نوازا تھا اس لئے آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں قرآنِ عزیز حفظ ختم کر کے کتب صرف و نحو بھی شروع کر دیں۔ کچھ عرصہ بعد آپ یہاں سے رخصت ہو کر خاص امرتسر میں قطب ربانی اسوۃ السلف حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر صرف و نحو کی تکمیل کی۔ اس کے بعد احادیث کی ابتدائی کتب بلوغ المرام اور ریاض الصالحین شروع کر دیں۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ علم و عمل بالکتاب والسنۃ میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کی صحبت سے مستفیض ہونے کے بعد جن اصحاب نے اپنی تحریرات میں تاثرات پیش کئے ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے علم و عمل کا چرچا بہت دُور دُور تک پھیلا ہوا تھا، آپ کو مسئلہ رفع الیدین عندالرکوع و عندالرفع اور رفع سبابہ فی التشہد پر عمل کرنے کی وجہ سے غزنی ملک کابل سے زدوکوب کر کے نکال دیا گیا تھا۔ آپ امرتسر میں آکر آباد ہوئے تھے اس لئے آپ مہاجر کہلاتے تھے مولانا مرحوم پر آپ کی صحبت کا گہرا اثر ہوا۔ عمل بالکتاب والسنۃ کا ایسا رنگ چڑھا کہ شاید و باید۔

امرتسر سے دونوں بھائی سیدھے دہلی پہنچے۔

سفر دہلی مولانا سامرودی صاحبؒ مرحوم فرماتے ہیں کہ "اس وقت آپ کی عمر صرف پندرہ برس کی تھی" (ہدایۃ النبی ص۴) یہاں پہنچنے کے بعد آپ دونوں بھائی شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید میاں نذیر حسین

صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۲۰ھ کے مدرسہ میں داخل ہو کر تحصیل حدیث میں مصروف ہو گئے۔ اس وقت شیخ الکل حضرت میاں صاحب مرحوم کے درس حدیث و تفقہ فی الدین کا چرچا دور دراز ممالک میں پھیل چکا تھا۔

تحصیل علم میں مشقت

مولانا موصوف نے نہر[1] سعادت خاں پر جو مسجد حفیظ اللہ خاں والی مشہور تھی، اس میں سکونت اختیار کی۔ یعنی میاں صاحبؒ سے علم حدیث حاصل کرتے اور مسجد میں رہتے، درس مشکوٰۃ دیتے اور مسجد کے نمازیوں کے لئے پانچ اوقات کنوئیں سے کھینچ کر پانی مہیا کرتے۔ پانی کھینچنے کا کام دونوں بھائی مل کر کرتے تو اس کے صلہ میں صرف بارہ آنے ماہانہ ملتے۔ جنھیں آپ اپنے صرفہ میں نہ لاتے، کتابیں خرید فرماتے، بسا اوقات روٹی میسر نہ ہوتی تو ان سے گاجریں مول لے کر دونوں بھائی بھوک بجھاتے، لیکن تحصیل علم میں کبھی سستی نہ کرتے۔ اس ہمت، صبر و استقلال اور شوق حدیث کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو فہم حدیث و تفقہ فی الدین میں وہ کمال عطا فرمایا کہ خود آپ کے لائق استاد میاں صاحبؒ کو بھی آپ کے کمال فہم کا اعتراف تھا۔ چنانچہ سرائے حافظ بنہ[2] کی مسجد کے نمازیوں نے میاں صاحبؒ سے درخواست کی کہ کوئی اچھا سمجھدار طالب علم ہم کو جمعہ پڑھانے کے لئے دیدیجئے، تو آپ نے مولانا موصوف کو وہاں کا خطیب مقرر کر دیا۔

سرائے حافظ بنہ کی مسجد کے تمام افراد حنفی مقلد تھے لیکن آپ متبع کتاب

---

[1] نہر سعادت خاں والی جگہ اب ناولٹی کے نام سے مشہور ہے اور مسجد بھی قائم ہے۔ ۱۲

[2] جو اس وقت گاندھی مارکیٹ صدر بازار کے نام سے مشہور ہے اور مسجد بھی موجود ہے۔ ۱۲

صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۲۰ھ کے مدرسہ میں داخل ہوکر تحصیلِ حدیث میں مصروف ہوگئے۔ اس وقت شیخ الکل حضرت میاں صاحب مرحوم کے درسِ حدیث و تفقہ فی الدین کا چرچا دور دراز ممالک میں پھیل چکا تھا۔

تحصیلِ علم میں مشقت مولانا موصوف نے نہر[1] سعادت خاں پر جو مسجد حفیظ اللہ خاں والی مشہور تھی، اس میں سکونت اختیار کی۔ یعنی میاں صاحبؒ سے علم حدیث حاصل کرتے اور مسجد میں رہتے، درسِ مشکوٰۃ دیتے اور مسجد کے نمازیوں کے لئے پانچ اوقات کنوئیں سے کھینچ کر پانی مہیا کرتے۔ پانی کھینچنے کا کام دونوں بھائی مل جل کر کرتے تو اس کے صلہ میں صرف بارہ آنے ماہانہ ملتے۔ جنھیں آپ اپنے صرفہ میں نہ لاتے، کتابیں خرید فرماتے، بسا اوقات روٹی میسر نہ ہوتی تو ان سے گاہ گاہ مولیٰ لے کر دونوں بھائی بھوک بجھاتے، لیکن تحصیلِ علم میں کبھی سستی نہ کرتے۔

اس ہمت، صبر و استقلال اور شوقِ حدیث کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو فہمِ حدیث و تفقہ فی الدین میں وہ کمال عطا فرمایا کہ خود آپ کے لائق استاد میاں صاحبؒ کو بھی آپ کے کمالِ فہم کا اعتراف تھا۔ چنانچہ سرائے حافظ بنہ[2] کی مسجد کے نمازیوں نے میاں صاحبؒ سے درخواست کی کہ کوئی اچھا سمجھدار طالب علم ہم کو جمعہ پڑھانے کے لئے دیدیجئے، تو آپ نے مولانا موصوف کو وہاں کا خطیب مقرر کر دیا۔

سرائے حافظ بنہ کی مسجد کے تمام افراد حنفی مقلد تھے لیکن آپ متبع کتاب و

---

[1] نہر سعادت خاں والی جگہ اب ناولٹی کے نام سے مشہور ہے اور مسجد بھی قائم ہے۔ ۱۲

[2] جو اس وقت گاندھی مارکیٹ صدر بازار کے نام سے مشہور ہے اور مسجد بھی موجود ہے۔ ۱۲

سنت، موحد، آپ مسجد میں مشکوٰۃ شریف کا درس دیتے اور جمعہ کا خطبہ بھی۔ جس سے دھڑا دھڑ حنفی مقلد، موحد اہلحدیث ہونے شروع ہو گئے۔

مقلدین متعصبین کی آپ سے دشمنی

بعض مقلدین مبتدعین کو یہ بات بری معلوم ہوئی تو مولانا کو جسمانی ایذا دینے کی تو ہمت نہ ہوئی۔ ہاں روحانی ایذا دینے کی غرض سے مولانا کی مشقت و جانفشانی سے جمع شدہ نادر کتب کا کافی ذخیرہ رات کو موقع پا کر کپڑوں میں باندھ کر مسجد کے کنویں میں ڈال دیا۔ صبح خبر ہونے پر نکلوائیں لیکن زیادہ تر کتب پانی کی نذر ہو چکی تھیں۔ چند کتب ہاتھ آئیں۔ اس کے متعلق مولانا سامرودی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "مجھے خود ایک روز مرحوم نے کشن گنج علی الصبح جاتے ہوئے اس کنویں کے پاس لے جا کر دکھایا تھا اور کہا کہ سرائے والوں نے اس میں میری کتابیں ڈال دی تھیں۔ میں نے جھانک کر دیکھا تو اس میں برابر اوراقِ کتب پراگندہ پانی میں نظر آ رہے تھے۔ میری آنکھیں بھر آئیں آپ کی تو میں کیا عرض کروں۔

تحصیل علوم سے فراغت

اسی طرح آپ کو حصول علوم کے دوران بڑی بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ نے صبر و استقلال سے نہایت خندہ پیشانی سے مصائب کا مقابلہ کیا۔ اسی اثنا میں آپ نے تحصیل علوم سے فراغت حاصل کی۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۹-۲۰ برس کے لگ بھگ تھی۔ آپ نے قرآن مجید حفظ، تفسیر، تحصیل حدیث صحاح ستہ وغیرہ عربی ادب، صرف و نحو وغیرہ جملہ علوم و فنون اس وقت کے ان چار مشہور محدثین سے حاصل کیا:

(۱) حضرت مولانا حافظ محمد صاحب لکھوی رح (۲) حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی رح

(۳) حضرت مولانا منصور الرحمن صاحب تلمیذ امام شوکانیؒ۔ (۴) حضرت مولانا شیخ الکل میاں سید نذیر حسین صاحب دہلوی رحمہم اللہ۔

یہ چاروں بزرگ اشاعتِ کتاب وسنت کے لئے تن من دھن سے مصروفِ عمل تھے۔ مولانا مرحوم ۱۰ برس کی عمر سے ۲۰ برس کی عمر تک ۱۰ برس کا طویل عرصہ ان بزرگ ومشفقین اساتذہ کی خدمت میں رہے۔ اس عرصہ میں اشاعتِ قرآن وحدیث کا جذبہ آپ کی رگ رگ میں بھر گیا تھا اور خداوند قدوس نے آپ سے دین الحق کی ہمہ گیر اشاعت کا کام لینا تھا، چنانچہ آپ نے ہندوستان میں کفر وبدعات کا خاتمہ کرکے دین اللہ کو ہندو بیرون ہندوستان میں پھیلانے کی غرض سے ارض اللہ پر سے مذاہب باطلہ کو نیست ونابود کرکے شریعت محمدیہ کو نافذ کرنے اور ہندوستان کے کروڑوں قبروں اور بتوں کے پجاریوں کو اکیلے اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا مطیع وفرمانبردار بنانے کی غرض سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایک مدرسہ بنام "مدرسہ دارالکتاب والسنہ"

قیام مدرسہ دارالکتاب والسنہ

۱۳۰۰ھ کے اوائل میں دہلی میں قائم کیا اور اپنے اساتذہ ودیگر محدثین کے طرز پر کتاب وسنت کی تدریس میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ اس سے پہلے عرصہ دراز تک محلہ کشن گنج کی مسجد میں مدرسہ قائم رہا۔

مولانا مرحوم کو خداوند تعالیٰ نے فہم حدیث، تطبیق احادیث اور تفقہ فی الدین میں کمال کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ غیر منقسمہ ہندوستان کے گوشے گوشے سے اور دیگر ممالک اسلامیہ سے تشنگانِ علومِ آسمانی آپ کے مدرسہ میں آتے اور سیر ہوکر علم وعمل کے سورج بن کر دنیائے جہالت کو روشن کرتے۔ آپ کی اشاعتِ کتاب وسنت وتدریس علومِ الٰہیہ پر آپ کے اساتذہ کرام کو بھی فخر تھا۔ وقت کے حالات وواقعات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ مولانا موصوف کو محلہ کشن گنج کی مسجد سے مدرسہ کو منتقل

کرنا پڑا۔ آپ کے ارادوں سے مطلع ہو کر جماعت کے نیک دل صاحب ثروت جناب شیخ عبدالغنی صاحب پنجابی نے صدر کے علاقہ میں خالی جگہ خرید کر ایک عالی شان مسجد اور مولانا کی رہائش کے لئے ایک مکان تعمیر کرایا۔

مدرسہ صدر کی مسجد کلاں میں

اب کشن گنج سے مدرسہ منتقل ہو کر مسجد کلاں (صدر) میں آگیا اور یہاں علم و عرفان کی بارش ہونے لگی اور مولانا کے درس و وعظ اور خطبۂ جمعہ سے اس علاقہ کے شرک و بدعت پسند توبہ کر کے موحد و متبع قرآن و حدیث ہونے شروع ہو گئے اسی اثناء میں مولانا حج کے لئے تشریف لے گئے۔ چونکہ ان دنوں شیخ عبدالغنی صاحب انتقال کر گئے تھے۔ ان کا جانشین ان کے لڑکے محمد عمر کو بنایا گیا تھا ان کا چچا سخت متعصب حنفی المسلک تھا، مولانا سے جلتا تھا۔ مولانا کے حج پر چلے جانے کے بعد اس نے اپنے بھتیجے محمد عمر کو مولانا کے خلاف بھڑکایا اور یہ اسکیم تیار کی کہ جب مولانا حج سے واپس آئیں تو ان کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا جب مولانا تشریف لائے تو حسب پروگرام آپ کو مسجد سے روک دیا گیا۔ آپ نے نہایت صبر و سکون کے ساتھ مسجد و حجرہ خالی کر دیا۔ طلبہ اور اپنی کتابیں گھر لے آئے۔ مکان کے نیچے مہمان خانے میں طلبہ کو ٹھہرایا گیا اور پڑھائی، جمعہ و جماعت بدستور پابندی سے شروع کر دی۔

ایذا رسانی و تکلیف دہی کا یہ دوسرا واقعہ تھا جو متعصبین حنفی المسلک مقلدین کی طرف سے ظہور میں آیا۔ لیکن مولانا نے دونوں واقعات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ یہ واقعہ غالباً[1] ۱۳۲۵ھ کا ہے۔ اس کے چند ماہ بعد مسجد کلاں ہی میں نماز جنازہ پڑھ کر مولانا مرحوم اور آپ کے طلباء کو مسجد کلاں میں لیگئے پھر اسی مسجد کلاں کے دور میں

---

[1] غالباً اس لئے کہ جن دنوں کا یہ واقعہ ہے ان دنوں میں حضرت مولانا (باقی صفحہ ۱۰ پر)

سفر رنگون در اسباب تبلیغ

مولانا مرحوم جماعت کے چند مخلصین حضرات کی دعوت پر رنگون تشریف لے گئے۔ وہاں بحمداللہ توحید و سنت کا خوب پرچار کیا۔ تھوڑے دنوں بعد آپ واپس تشریف لے آئے۔ واپسی پر افراد جماعت اہل رنگون نے مولانا کی ذاتی طور پر امداد کردی تھی جس سے مولانا مرحوم نے مدرسہ دارالکتاب والسنہ کو موجودہ جگہ پر تعمیر کیا۔ اور طلباء کے لئے کوٹھریاں بھی بنوائیں۔ چھتوں پر ٹین کی چادریں ڈالیں اور اس میں تدریس و جمعہ جماعت کا سلسلہ باطمینان مستقل طور پر شروع کردیا۔ یہ مدرسہ مسجد کلاں کے قریب صدر بازار میں واقع ہے۔ جو آج تک بحمداللہ قائم ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین۔ جس کو اب مولانا مرحوم کے چھوٹے فرزند حضرت الحاج الحافظ مولانا ابو محمد عبدالواحد صاحب السلفی، پیدائش ۱۳۳۳ھ

(بقیہ حاشیہ صـ۹) سامرودی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا مرحوم کے پاس پڑھتے تھے۔ اور سامرودی صاحب ۱۳۲۳ھ میں مدرسہ میں داخل ہوئے تھے اور مولانا مرحوم نے پہلا حج ۱۳۲۱ھ میں، دوسرا حج ۱۳۲۵ھ اور تیسرا حج ۱۳۲۶ھ میں کیا ہے۔ چونکہ پہلے حج ۱۳۲۱ھ کے وقت تو سامرودی صاحبؒ موجود ہی نہیں تھے۔ اور تیسرے حج ۱۳۲۶ھ اور اس واقعہ کے مابین اتنا فاصلہ ہے کہ جس میں مولانا رنگون گئے، واپس آئے، پروگرام تعمیر، انتقال مدرسہ وغیرہ امور انجام دیئے۔ لیکن اگر یہ واقعہ تیسرے حج کا تسلیم کرتے ہیں تو چونکہ مولانا سامرودی صاحبؒ ۱۳۲۸ھ میں اسٹی ٹین کے مدرسہ میں فارغ التحصیل ہوئے تھے تو اس واقعہ اور سامرودی صاحبؒ کے فارغ ہونے کے مابین صرف ایک سال یا کم ہوتا ہے جس میں مولانا کا مسجد سے مدرسہ گھر میں لانا، رنگون جانا، واپس آنا، مدرسہ تعمیر کرانا محال نظر آتا ہے۔

(ابو محمد میانوالوی)

متعنا اللہ بطول حیاتہ کل جماعت غرباء اہل حدیث ہندوستان کے امیر ہیں اور جماعت کی اولین مرکزی درس گاہ دارالکتاب والسنہ کو بدستور اپنی نگرانی میں حسن کارکردگی کے ساتھ چلا رہے ہیں۔

علوم آسمانی کی عظیم درس گاہ

فرزند توحید مولانا موصوف نے مدرسہ دارالکتاب والسنہ میں قرآن وحدیث کی نہایت صاف ستھری ہوئی اور محدثین حضرات کے طرز پر تدریس شروع کی تو اطراف ملک ہند و بیرون ہند میں برق رفتاری سے شہرت پھیل گئی۔ چنانچہ ہندوستان کے علاوہ کشمیر، تبت، بنگال وغیرہ دور دراز ممالک سے طالبانِ علوم جوق در جوق آنے شروع ہو گئے۔ آپ کے مدرسہ میں الف، با، تا، ثا پڑھنے والے سے لے کر فارغ التحصیل علماء تک آتے۔ مبتدی جملہ علوم وفنون سے کماحقہ فارغ التحصیل ہو کر جاتے اور علماء مولانا مرحوم کے فہم حدیث، تفقہ فی الدین وتفہیم القرآن سے مستفیض ہوتے۔ جس طالب علم کو بوجہ کمزوری ذہن کسی مدرسہ میں داخلہ نہ ملتا اُسے آپ بشوق داخل کر لیتے اور وہ اپنی نیک تمناؤں میں بفضل خدا کامیاب ہو جاتا۔ آپ کی حسن تعلیم وتربیت کا مخالفین مقلدین کو بھی اعتراف تھا۔ آپ سے فارغ التحصیل طلبا دنیا میں استاذ الاساتذہ کے خطاب سے موسوم ہوئے۔ آپ کے طریق تعلیم کے متعلق محدث سامرودی مرحوم رقم طراز ہیں کہ "آپ کے درس میں وہ خوبیاں تھیں جو اُن کے معاصرین کے درس میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی دستیاب نہیں ہوتی تھیں۔ حنفی علماء تک درس کا حاشیہ لینے کے لئے آتے، آپ درس میں مسئلہ کو تہہ تک پہنچا کر چھوڑتے۔ کسی بات کو بے حوالہ نہیں چھوڑتے۔ حنفیہ کے وہ اصولی نکات کی تلقین کرتے کہ شاید وباید آپ کی اس قدر نظر وسیع تھی کہ آپ کے حوالہ دینے پر ہمیں رشک ہوتا کہ یہ چیزیں کب

دیکھی ہوں گی "۔ ص۱۶

غرض کہ مولانا مرحوم علوم کتاب و سنت کا دریا بلکہ سمندر بے کراں تھے کہ جس میں انمول موتیوں کی تعداد کا کسی کو اندازہ نہیں۔

مولانا کا طریق تعلیم اور طلباء سے حسن سلوک

مولانا مرحوم نے کم و بیش ساٹھ برس علوم آسمانی کا درس دیا۔ طریق تعلیم کے بارے میں محدث سامرودی صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "صبح کی نماز کے بعد قرآن مجید کا ترجمہ (درس عام) ہوتا۔ بعدہٗ طلباء کو ایک ایک آیت کا ترجمہ پڑھایا جاتا۔ اس میں سب کو شریک ہونا پڑتا خواہ بخاری کا پڑھنے والا کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد تفسیر القرآن، بعدہٗ احادیث نبویہ کا درس ہوتا۔ بلوغ المرام والوں کو ایک ایک حدیث پھر دو، آخر الامر چار حدیثیں۔ مشکوٰۃ والوں کو دو چار حدیثیں۔ صبح سے آپ بیٹھتے تھے تو گیارہ بجے آپ مکان تشریف لے جاتے۔ کبھی ساڑھے گیارہ بھی بج جاتے۔ پھر نماز کے وقت آجاتے۔ بعد ظہر پھر درس دیتے۔ پھر مکان نہیں جاتے، مغرب کے بعد ہی تشریف لے جاتے۔ کھانے سے فراغت کے بعد مسجد میں تشریف لاتے اور اپنے والد[1] صاحب کی خدمت میں مشغول ہو جاتے۔ ہاتھ پیر دباتے۔ بعد عشاء بھی والد صاحب کی خدمت کرتے دعائیں سکھاتے ہاتھ پاؤں دباتے یہاں تک کہ وہ سو جاتے۔ اس کے بعد مکان تشریف لے جاتے۔ جب آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد عشاء ہی کے وقت گھر آتے۔ بعد عشاء طلبہ کی وہ جماعت جو نہ صرف ترجمہ پڑھنے والی یا ادنیٰ جماعت والے ہوتے آپ کو گھیر کر بیٹھ جاتے۔ اُن میں پنجاب کے اکثر ہوتے۔

---

[1] آپ نے اپنے والد کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔ ۱۲ ابو محمد میانوالوی

احوال الآخرت، شہباز وغیرہ انھیں یاد ہوتیں، ہاتھ پیر دباتے جاتے اور ان کتابوں کے توحید کے اشعار پڑھتے جاتے۔ آپ بڑے شوق سے سنتے پھر مکان تشریف لے جاتے۔ طالب علموں کا بہت خیال رکھتے۔ (صفحہ ۱۵ و ۱۶)

طلباء سے حسنِ سلوک کے متعلق سامرودی صاحب مرحوم نے بہت تفصیل سے لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا مرحوم طلباء سے اس طرح حُسنِ سلوک سے پیش آتے جیسے کوئی اپنے اکلوتے بیٹے سے پیش آتا ہے۔

مولانا مرحوم کے تلامذہ مولانا مرحوم نے احیائے کتاب وسنت کے لیے اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا، اشاعتِ قرآن وحدیث کو مقصدِ حیات سمجھ لیا تھا اور اس مقدس کام میں تن من دھن سے ہمہ وقت مصروفِ عمل رہے۔ آپ نے کم وبیش ساٹھ سال کتاب وسنت کی خدمت کی۔ آپ کے مدرسہ دارالکتاب والسنۃ سے ہزاروں کی تعداد میں ہندوستان اور دیگر ممالک کے تشنگانِ علوم سیراب ہوئے، جو اَن پڑھ آتے اور قرآن وحدیث کی تعلیم کما حقہ حاصل کر کے اپنے اپنے علاقہ جات وممالک میں شیخ الحدیث، شیخ القرآن، استاذ الاساتذہ اور فخر العلماء جیسے اہم ترین القاب سے ملقب ہوئے۔

آپ کے تلامذہ کی صحیح تعداد معلوم نہیں، نامعلوم اس بحر العلوم سے کتنے پیاسوں نے اپنی پیاس بجھائی۔ بطور نمونہ چند اصحابِ علم وفضل کے اسمائے گرامی پیش خدمت ہیں:

(۱) محدثِ کبیر، محققِ شہیر حضرت مولانا الحاج ابو عبد الکبیر عبد الجلیل صاحب محدث سامرودی رحمۃ اللہ علیہ (پیدائش ۱۳۱۱ھ) حال وارد سامرود۔ ڈاک خانہ پلسانہ ضلع سورت (گجرات) ہندوستان۔ آپ ۱۳۲۲ھ

میں مدرسہ میں داخل ہوئے اور ۱۳۲۸ھ میں جملہ علوم وفنون سے فارغ التحصیل ہوئے۔ اس وقت پاک وہند میں ہم پلہ کوئی عالم وماہر کتاب، دسنت معلوم نہیں ہوتا۔ آپ اردو، فارسی، گجراتی اور عربی زبان میں متعدد کتب کے مصنف تھے۔ عربی تصانیف کے ذریعہ ممالک عربیہ میں بھی آپ کے تبحر علمی کی کافی شہرت ہے۔

(۲) بقیۃ السلف حضرت مولانا ابو محمد عبد الجبار صاحب محدث کھنڈیلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کو مولانا مرحوم نے بچپن ہی سے دامن شفقت میں لے لیا تھا۔ آپ نے تصانیف وتقاریر اور عرصہ دراز تک تدریس کے ذریعہ قرآن وحدیث کی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ مدرسہ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ وغیرہ میں شیخ الحدیث کے عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے اور سینکڑوں علماء کو مستفیض فرمایا۔ آپ بھی متعدد کتب کے مصنف تھے۔ اوکاڑہ (ضلع منٹگمری) میں مدفون ہیں۔

(۳) صاحب تصانیف کثیرہ، قامع تقلید، خطیب ہند حضرت مولانا الحاج محمد بن ابراھیم صاحب محدث جونا گڈھی مرحوم۔ آپ طائفہ منصورہ اہلحدیث کے ان نامور اصحاب تصانیف میں سے ہیں جن پر جماعت اہلحدیث بجا طور پر فخر کرتی ہے۔ راقم الحروف ابو محمد سلطان احمد میانوالوی آبائی مقلد مشرک حنفی المسلک تھا۔ زندگی کی تقریباً ۲۱ بہاریں تقلید ناسدید کے خار دار جنگل میں راہ حق سے بھٹکتے ہوئے برباد کیں، ۱۹۵۷ء میں خطیب الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف محمدیات خصوصاً طریق محمدی، شمع محمدی اور خطبات محمدی وغیرہ کے مطالعہ سے بفضلہ تعالیٰ اہلحدیث ہوگیا۔ فللہ الحمد ولہ الشکر۔

(۴) امام الحرم حضرت الشیخ ابو السمح عبد الظاھر المکی۔ مولانا مرحوم جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں آپ کی علمی شہرت پر موصوف نے بڑے اشتیاق سے آپ سے بخاری شریف پڑھ کر سند حاصل کی۔

(۵) مفتی اسلام حضرت مولانا عبد الستار صاحب محدث کلانوری المتوفی ۱۳۲۹ھ۔ آپ بھی جملہ علوم وفنون میں مولانا مرحوم کے شاگرد رشید ہیں۔ فارغ ہونے کے بعد مولانا مرحوم نے آپ کو مدرسہ دار الکتاب والسنہ کا مفتی مقرر کر دیا تھا، عرصہ دراز تک مسند افتاء کو رونق بخشی۔

(۶) عالم ربانی واقف رموز قرآنی حضرت مولانا الحاج ابو الخلیل[1] عبد الجلیل صاحب محدث اسلاموی ثم الدہلوی مَتَّعَنَا اللّٰہ بطُولِ حَیَاتِہٖ۔ آپ کا تعارف قدرے تفصیل سے آئندہ صفحات میں آرہا ہے انشاء اللہ۔

(۷) خطیب ملت فخر الاسلام حضرت مولانا الحاج محمد عبد اللہ صاحب اوڈ المتوفی ۱۳۸۶ھ۔ آپ مولانا مرحوم کے اُن خاص تلامذہ میں سے تھے جنھوں نے بروقت تن من دھن سے اشاعت دین الحق میں مولانا کا ساتھ دیا۔ آپ جماعت کے اُن قائدین میں سے تھے جن کی ان تھک کوششوں سے بفضلہٖ ایزدی جماعت دن دونی رات چوگنی ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ آپ ذہانت و ذکاوت، دور اندیشی اور خداداد فراست کی بدولت وسیع وعریض ملک میں پھیلی ہوئی قوم اوڈ کے رئیس، مرکزی بیت المال کے محاسب اور صوبائی جماعت

[1] حاشیہ ص۳۱ پر۔

مغربی پاکستان کے امیر الامراء تھے۔ آپ اپریل ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے تھے۔

(۸) علی گڈھ یونیورسٹی کے پروفیسر علم و ادب کے ماہر حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب میمن۔

(۹) حضرت مولانا محمد صاحبؒ سورتی۔

(۱۰) حضرت مولانا عبدالرشید صاحبؒ اٹاوی۔

(۱۱) حضرت مولانا عبیداللہ صاحبؒ اٹاوی المتوفی ۱۳۵۶ھ۔

(۱۲) حضرت مولانا نسیم الدین صاحب رنگ پوری۔

(۱۳) حضرت مولانا عبدالحی صاحب میمن سنگھی۔

(۱۴) حضرت مولانا احمداللہ صاحب ندوی۔

(۱۵) حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب نڑیادی۔

(۱۶) حضرت مولانا احمد حسن صاحب نڑیادی۔

(۱۷) حضرت مولانا عبدالحمید صاحب بدھ آنوی

(۱۸) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب لائلپوری

(۱۹) حضرت مولانا حافظ عنایت اللہ صاحب وزیرآبادی

(۲۰) حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب ڈنگر اگھائی۔

(۲۱) حضرت مولانا عبدالعظیم صاحب ضلع بستی

(۲۲) حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب کوٹ کپوری۔

(۲۳) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مہتمم مدرسہ اوڈانوالہ ضلع لائلپور۔

یہ وہ اصحاب علم و فضل ہیں کہ جن کی الگ الگ مستقل سوانح حیات لکھی جاسکتی ہیں۔ علاوہ ازیں پنجاب، بنگال، تبت، کشمیر، مصر، عراق، بغداد

وغیرہ میں ہزاروں کی تعداد میں آپ کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں۔

مُردہ سُنن کا اِحیاء۔ مولانا مرحوم نے اشاعت توحید و سنت اور شرک و بدعات کے قلع قمع کرنے کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا خصوصاً مردہ سنن کے احیاء میں ہمہ تن مصروف و کوشاں رہتے۔ چنانچہ آپ نے بہت سی ایسی مردہ سنتوں پر عمل کیا کرایا اور ان کی اشاعت کی کہ جو شرک و بدعات اور رسومات کفریہ و رواج پرستی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں چھپ چکی تھیں۔ مسلمان اہل ہنود کی تقلید میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انمول فرامین و اقوال اور اسوۂ حسنہ کو فراموش کر چکے تھے۔ چنانچہ چند ایسے مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ بارہ تکبیروں کے ساتھ کھلے میدان میں نماز عیدین کا ادا کرنا مولانا مرحوم سے قبل افراد جماعت اہلحدیث اور مولانا مرحوم کے استاذ شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی برادران احناف کے ہمراہ پختہ چار دیواری عیدگاہ میں چھ تکبیروں کے ساتھ نماز عیدین ادا کرتے تھے لیکن مولانا مرحوم نے بِعَوْنِ اللّٰہِ وَحُسْنِ تَوْفِیْقِہٖ اس سنت کو زندہ کیا اور کھلے میدان میں بارہ تکبیروں کے ساتھ نماز عیدین الگ ادا کرنی شروع کی۔ اس سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جماعت اہلحدیث نے بھی عمل کرنا شروع کر دیا۔ آج الحمد للہ جمیع اہلحدیث کے ہاں اسی پر عمل ہے۔

۲۔ مستورات کو عیدگاہ لے جانا مولانا مرحوم نے نماز دوگانہ و دعائے مسلمین میں مستورات کے شریک ہونے کی احادیث صحیحہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی بیویوں، بہوؤں اور بیٹیوں

کو نمازِ عید کے لئے عید گاہ لے گئے۔ اس سے قبل عوام اہلحدیث ایسی سنتوں پر عمل کرنا اپنی ہتک و بے عزتی اور مستورات کی بے پردگی سمجھتے تھے اس لئے شروع شروع اکابرین اہلحدیث نے مولانا مرحوم کو منع کیا اور صدہا قسم کے اندیشے ظاہر کئے۔ لیکن آپ نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں کسی کی نہ سنی اور عمل کرتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ دیگر اہلحدیث بھی اس مردہ سنت پر عمل پیرا ہونے لگے۔ آج بفضلہ تعالیٰ اس سنت پر کماحقہ عمل ہو رہا ہے۔

۳۔ خطبۂ جمعہ سامعین کی زبان میں

مولانا مرحوم سے قبل اہلحدیث حضرات بھی احناف کی طرح خطبۂ جمعہ عربی زبان میں پڑھتے تھے۔ لیکن مولانا موصوف نے کتاب وسنت کے ثقہ دلائل کی بنا پر خطبۂ جمعہ سامعین کی زبان میں شروع کیا کیونکہ یہی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ دلائل مولانا محمد صاحب جونا گڈھی کی کتاب "خطبۂ محمدی" میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ الحمد للہ اس سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر آج تمام مساجدِ اہلحدیث پر عمل ہو رہا ہے۔ فھو المراد۔

۴۔ صلوٰۃ جنازہ بالجہر

مولانا موصوف سے پیشتر مثل احناف کے اہلحدیث بھی نماز جنازہ سِرّی یعنی آہستہ پڑھتے تھے۔ لیکن خدا بھلا کرے مولانا موصوف کا کہ آپ نے اس مُردہ سنت کو زندہ کیا اور ثقہ دلائل و براہین کے ساتھ مسئلہ صلوٰۃ جنازہ بالجہر کو ثابت کیا اور عمل شروع کر دیا۔ آج تمام اہلحدیث حضرات کے ہاں اس طریقۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل ہے۔

۵۔ فسخ نکاح عورت مظلومہ

بعض درندہ خصلت مردوں نے عورتوں پر سخت ظلم وستم ڈھا رکھا تھا کہ ان بے چاریوں کو نہ بساتے تھے اور نہ ہی ان کو طلاق دیتے تھے۔ مولانا موصوف نے شریعت محمدیہ کے عدل و انصاف کو ظاہر کرتے ہوئے فتویٰ دیا کہ "جب خاوند اپنی عورت کو نہ بسائے نہ نان نفقہ دے اور نہ باقی حقوق زوجیت ادا کرے اور نہ ہی طلاق دے تو اس حالت میں اس مظلومہ عورت کو اختیار ہوگا کہ وہ اس نکاح کو فسخ کرا کر دوسری جگہ نکاح کرلے"۔

مولانا موصوف کا یہ فتویٰ قرآن وحدیث کے دلائل پر مبنی تھا لیکن علمائے احناف و اہلحدیث نے پہلے تو اس کے خلاف شور وغل کیا لیکن تھوڑے عرصہ بعد حق کو تسلیم کر ہی لیا۔

۶۔ اذان جمعہ

مساجد احناف و اہلحدیث میں جمعہ کی دو اذانیں ہوا کرتی تھیں جیسا کہ آج کل احناف کے ہاں مروج ہے مولانا موصوف نے پہلی اذان جو مسجد میں خطبہ سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے ہوتی تھی اُسے ثقہ دلائل سے بدعت ثابت کرکے موقوف کا فتویٰ صادر فرمایا۔ اور دوسری اذان عند جلوس الامام علی المنبر کے صحیح ہونے کا فتوےٰ دیا۔ آج اکثر مساجد اہلحدیث میں اس طریقہ نبویؐ پر عمل ہو رہا ہے۔

۷۔ کلمۂ توحید صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے

عوام الناس میں یہ مشہور ہو گیا تھا کہ کلمۂ توحید "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہے۔ لیکن مولانا موصوف نے واضح کیا کہ کلمہ طیبہ کے دو جزء ہیں۔ اوّل لا الہ الا اللہ، اقرار توحید۔ دوم

محمد رسول اللہ، اقرار رسالت۔ اول کو کلمۂ توحید اور دوسرے جزء کو کلمۂ رسالت کہتے ہیں۔ کلمۂ توحید صرف لا الہ الا اللہ ہے۔ پورے کلمۂ طیبہ کو کلمۂ توحید کہنا بھی ہے اور توحید میں رسالت کو مدغم کرنا ہے۔

۸۔ مسئلہ اکراہ مولانا موصوف نے فتویٰ دیا کہ شرعی مجبوری و بے کسی یعنی حالت اکراہ میں محض جان بچانے کی خاطر دشمن کے خوف سے دل کو مطمئن بالایمان رکھ کر یا دل ناخواستہ زبان سے کوئی کفریہ کلمہ کہہ دے تو بفرمان رب العالمین مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ الخ (پ ۱۴ رکوع ۲۰) اس پر عنداللہ کوئی مواخذہ نہیں۔ مولانا مرحوم سے قبل جہلاء تو درکنار طائفہ علماء بھی اس رخصت خداوندی کو معیوب سمجھتا تھا۔ لیکن مولانا مرحوم کے بیان و دلائل کے بعد علماء حضرات نے تسلیم کر ہی لیا۔

۹۔ گائے کی قربانی مولانا مرحوم سے قبل بھی گائے کی قربانی ہوتی تھی لیکن مولانا کے وقت میں انگریز قوم سے اقتدار ختم کرنے کے لیے ہندو مسلم اقوام نے اتحاد و اتفاق کر رکھا تھا۔ اس اتحاد کی خاطر مسلمانوں نے گائے کے گوشت کے نقائص بیان کرنے شروع کر رکھے تھے اور علمائے سوء نے تو یہاں تک فتویٰ دے دیا تھا کہ گائے کا گوشت کھانا (نعوذ باللہ من ذلک) گویا خنزیر کا گوشت کھانے کے برابر ہے۔ لیکن خدائے قدوس نے مولانا مرحوم کو توفیق عطا فرمائی۔ آپ نے اس شعار اسلام کی حفاظت کی اور خدائے بزرگ و برتر کے نام ہزار مخالفتوں کے باوجود گائے کی قربانی کی اور فرمایا میں قرآنی حکم اِنَّ اللّٰهَ

يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً (پ۱، رکوع ۸) کے خلاف قوم ہنود وغیرہ کی دلجوئی کو جائز نہیں سمجھتا۔

اس پر نام نہاد مسلم قوم نے بوجہ نادانی آپ کی سخت مخالفت کی چنانچہ جب آپ گائے لینے کیملے گئے تو دو گائیں خریدیں ایک گائے کو مخالفین نے چھڑا کر بھگا دیا۔ دوسری گائے کو مسلم قصابیوں نے ذبح کرنے سے انکار کر دیا۔ مولانا نے خود ذبح کی۔ جب گوشت بیل گاڑی میں لاد کر گھر لانے لگے تو پھر مخالفین نے گاڑی سے بیلوں کو چھڑا کر بھگا دیا اور بیل گاڑی کا پہیہ نکال کر لے گئے تو مجبوراً طلباء اپنے سروں پر گوشت رکھ کر مدرسہ لائے غرضکہ جس طرح بھی ممکن ہوا مولانا نے گائے کی قربانی کی اور ایک مٹتے ہوئے شعار اسلام کی حفاظت کی یہی مردہ سنت اور قرآنی حکم ہے۔

آج تمام موافق و مخالف مسلمانوں کو اس بات کا اعتراف ہے کہ اگر مولانا عبدالوہاب صاحب دہلویؒ اس سال قربانی نہ کرتے تو ایک شعار اسلام مٹ جاتا پھر تا قیامت مسلمان گائے کی قربانی نہیں کر سکتے تھے۔

خدا بھلا کرے مولانا مرحوم کا کہ آپ نے جان کو خطرہ میں ڈال کر ڈنکے کی چوٹ کہا کہ ہندو مسلم کا کبھی اتفاق و اتحاد نہیں ہو سکتا کیونکہ کفر و اسلام آپس میں ضد ہیں۔ اسلام و کفر کا اتحاد کیسا ہے؟ اگر کفر و اسلام کا اتحاد و اتفاق ممکن ہوتا تو لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝ (پ۳۰ سورہ کفرون) فرمانے کی ضرورت نہ تھی۔

بفرض محال اگر ہم انگریزی اقتدار کو ختم کرنے کی غرض سے ہندوؤں سے اتحاد کریں بھی تو یہ اتحاد سیاسی ہوگا نہ کہ مذہبی۔ سیاسی اتحاد پر ہم اپنے

اسلام کے عظیم شعار گائے کی قربانی کو قربان نہیں کر سکتے۔ ہم انگریزوں کو نکال کر ایسی آزادی ہرگز قبول نہیں کریں گے جس سے ہمارے اسلام پر آنچ آئے۔ فرمایا کہ "گائے کی قربانی ہوگی اور ضرور ہوا کرے گی انشاء اللہ خواہ عبدالوہاب کو جان کی بازی کیوں نہ لگانی پڑے"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مولانا نے گائے کی قربانی کی۔

راقم الحروف کو جماعت کے متعدد بزرگوں[1] نے بتایا کہ جب ہندو مسلم اتحاد کسی حد تک پختہ ہو گیا تو دونوں فرقوں کے لیڈروں نے مل کر انگریز وائسرائے کو درخواست دی کہ گائے کی قربانی قانوناً جرم قرار دی جائے۔ (ان دنوں قربانی کے دن قریب تھے) وائسرائے نے جواب دیا کہ اگر امسال گائے کی قربانی پورے ہندوستان میں نہ ہوئی تو ایسا ہی قانون پاس کر دیا جائے گا۔ قربانی کے ایام گزرنے کے بعد وائسرائے نے اعلان کیا کہ امسال گائے کی قربانی کو قانوناً جرم قرار دینے کا ہمارا پختہ ارادہ تھا بشرطیکہ امسال کہیں قربانی نہ ہوتی، لیکن مذبح خانہ کے رجسٹر سے معلوم ہوا ہے کہ امسال بھی گائے کی قربانی ہوئی ہے اور مولوی عبدالوہاب نے کی ہے۔ لہٰذا ہم مسلمانوں کی درخواست و ممانعت قربانی گاؤ میں اختلاف پاتے ہیں۔ اس لیے ہم اسے قانوناً جرم قرار نہیں دے سکتے فللہ الحمد۔

---

[1] ان میں سے ایک میرے نسبتی باپ (سسر) حضرت مولانا الحاج مفتی عبدالجبار صاحب پنجابی ثم الدہلوی متعنا اللہ بطول حیاتہ مبلغ جماعت غرباء اہلحدیث تلمیذ مولانا مرحوم ہیں۔

۱۰۔ مسئلہ امارت سب سے نمایاں اور اہم کام جو مولانا مرحوم نے انجام دیا "احیائے مسئلہ امارت" ہے۔

یوں تو موصوف نے ساری زندگی دینی خدمات کے لئے وقف کردی تھی لیکن احیائے مسئلہ امارت میں جن تکالیف و مصائب کا آپ کو سامنا کرنا پڑا وہ ان مصائب سے کم نہ تھے جن کا مقابلہ صحابہ کرامؓ و ائمہ عظام کو کرنا پڑا تھا۔ مولانا موصوف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان عالی شان وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا الخ پارہ ۴ رکوع ۲۔ (یعنی سب مل کر جماعت بندی کے ساتھ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو اور جماعت میں پھوٹ نہ ڈالو) کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تمام جماعت مسلمین اہلحدیث کو اتحاد و اتفاق کا سبق پڑھایا، اجتماعی زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی اور فرمایا کہ رہبانیت تارک الدنیا اور انفرادی زندگی گزارنے کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ۔ جو جماعت سے الگ ہوا جہنم میں گرا۔

انفرادی اور تنہائی کی زندگی گزارنے والا اُس بکری کے مانند ہے جو ریوڑ سے الگ ہوجاوے اور اس کو بھیڑیا اچک لے جائے۔ تعلیمات قرآنی، فرامین رسول یزدانی کا یہی تقاضا و منشا ہے کیونکہ اسلام جس قسم کا نظام برپا کرنا چاہتا ہے وہ گو بغیر طاقت کے کماحقہ حاصل نہیں ہوسکتا اور طاقت بغیر نظم و ضبط اور اتحاد و اتفاق کے میسر نہیں آسکتی۔ ہاتھ کی انگلیوں کو دیکھئے اتنہا ایک انگلی بہت کمزور ہے۔ جب دو انگلیاں مل جائیں تو کچھ طاقت بڑھ جاتی ہے۔ اور چاروں انگلیوں کو یکجا کردیا جائے تو

بھاری بوجھ اٹھانے کے قابل ہو جاتی ہیں۔ اور اگر ان چاروں انگلیوں کے سروں کو جوڑ کر مٹھی کی شکل دی جائے تو اس کو کھولنے سے بعض اوقات طاقتور بھی عاجز ہو جاتا ہے۔ اور جب ان چاروں انگلیوں کو انگوٹھے کی مدد حاصل ہو جائے تو پھر یہ مُکا بن جاتا ہے جس کی طاقت کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ یہی مثال انفرادی اور اجتماعی زندگی کی ہے جس کی پشت پناہی کوئی قائد کر رہا ہو۔

قرآن عزیز کی بکثرت آیات میں اجتماعی زندگی پر زور دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بکثرت احادیث میں انفرادی زندگی ختم کر کے اجتماعی زندگی بسر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل اس پر شاہد ہے۔ مسلم کے لئے یہ لائق نہیں کہ وہ ایک رات بھی تنہائی کی زندگی گزارے۔ جملہ مسلمین ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر ایک ماہر علوم آسمانی، متبع کتاب وسنت شخص کی مانحتی قبول کر کے اس سے اس بات کا عہد و اقرار کریں کہ کتاب وسنت کی روشنی میں اس کی اطاعت کریں گے۔

مولانا نے جماعت کے دل میں اجتماعی زندگی کی خوب اہمیت بٹھائی تو معتقدین نے بارِ قیادت اٹھانے پر آپ کو مجبور کیا۔ پہلے تو آپ نے انکار کیا اور فرمایا مجھ سے بہتر تلاش کرو۔ میں خود اس کی اطاعت قبول کروں گا۔ لیکن جماعت کے بار بار اصرار کرنے پر آپ نے طوعاً و کرہاً اس بارِ گراں کو اٹھایا اور اپنی استطاعت کے مطابق کتاب وسنت کی روشنی میں جماعت کی قیادت فرمائی۔ ۱۳۱۳ھ میں آپ نے جماعت قائم کی اور اس جماعت کا نام بفحوائے حدیث طُوبیٰ لِلْغُرَبَاءِ

عزبار اہلحدیث رکھا۔

اس پر امراء و علماء بہت کچھ اچھلے کودے، مناظرے، مجادلے کیے، بالآخر اس حق بات کو تسلیم کر ہی لیا۔ اور جب اجتماعی زندگی کے فوائد اور انفرادی زندگی کے نقائص مخالفین پر واضح ہوئے تو انھوں نے اس مسئلہ پر عمل کرنے کی ٹھان لی اور اجتماعی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔ تو انھوں نے بھی علیحدہ امارت قائم کی لیکن ضد و نفسانیت کی وجہ سے ایک جماعت بن کر پھر بھی نہ رہ سکے بلکہ کئی جماعتیں قائم کر لیں جیسا کہ مختصر تعارف صاحبِ کتاب ہذا کی کتاب "خطبۂ امارت" میں کرایا گیا ہے۔

اس نظم و اتحاد کے قیام کے سلسلہ میں مولانا کو سنگین مشکلات و تکالیف کا سامنا ہوا۔ آپ کو دعوت کے بہانے گھر میں بلا کر زہر دیا گیا۔ ڈاڑھی مونڈھی گئی، زدوکوب کیا گیا۔ بدنام و برا کہا گیا۔ قتل کے ارادہ سے رات کو راستہ میں غنڈوں کو بٹھایا گیا۔ ہمعصر علماء نے اصحابِ ثروت کے اشارہ پر کفر وغیرہ کے فتوے لگائے۔ غرضکہ نفس امارہ کے فرمانبردار امراء و علماء نے روحانی و جسمانی ہر قسم کی ایذا رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی لیکن مولانا نے نہایت پامردی سے مقابلہ کیا۔ آخر کار حق کو فتح اور باطل کو شکست فاش ہوئی۔

مولانا کی جماعت عقائد و اعمال کے لحاظ سے کوئی نئی جماعت نہیں تھی بلکہ یہ وہی جماعت تھی کہ جس کے تا قیامت حق پر ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ عَلَی الْحَقِّ مَنْصُوْرِیْنَ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ الخ

(ابن ماجہ) یعنی میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اُن کو ان کے مخالفین کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

ہاں اسلامی طریقہ پر نظم وضبط کے لحاظ سے ہندوستان میں سید احمد بریلویؒ و مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے بعد یہ پہلی جماعت تھی۔ الحمدللہ یہ جماعت قائم ہوئی اور انشاء اللہ تاقیامت قائم و دائم رہے گی۔ اور اب تک جماعت کا قدیمی مرکز مدرسہ دارالکتاب والسنہ و محمدی جامع مسجد میں قائم ہے۔ فللہ الحمد۔

صحیفہ اہلحدیث

مولانا مرحوم نے جس طرح تدریس و اشاعت قرآن و حدیث کی غرض سے ۱۳۳۰ھ میں عظیم دینی درسگاہ دارالکتاب والسنہ کے نام سے قائم کی اسی طرح کتاب و سنت کی تعلیم کو ہمہ گیر اور وسیع تر کرنے اور ملک و بیرون ملک تک پھیلانے کے لئے ایک ماہنامہ رسالہ بنام "اہلحدیث" ماہ شعبان ۱۳۳۸ھ سے جاری کیا جسے بعد میں مولانا ثناء اللہ صاحبؒ امرتسری ایڈیٹر اخبار اہلحدیث کی درخواست پر "ہمدرد اہلحدیث" کے نام سے بدل دیا۔ چونکہ گورنمنٹ سے صرف "اہلحدیث" کے نام رجسٹرڈ تھا اس لئے "ہمدرد اہلحدیث" نام دیرپا نہ ہو سکا اور جلد ہی اس نام میں ترمیم کر کے ۱۳۴۰ھ کے اوائل میں اس منبع علم و ادب داعی اسلام جریدہ کا نام "صحیفہ اہلحدیث" رکھا گیا۔ اس مبارک نام سے کتاب و سنت کی اشاعت کرتے ہوئے اس اسلامی مجلہ کو ۵۵ برس ہو رہے ہیں۔ پہلے دہلی سے ماہنامہ اور اب کراچی سے پندرہ روزہ شائع ہوتا ہے۔

تصانیف مولانا موصوف نے تدریس و تقریری تبلیغ میں زیادہ وقت صرف کیا ہے اس لئے تصنیف و تالیف میں زیادہ توجہ نہیں دے سکے۔ غالباً اس خیال سے کہ تصنیف سے تو صرف اہل علم حضرات ہی مستفیض ہوں گے لیکن تدریس و تقریر سے پڑھے لکھے اور ان پڑھ یکساں استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔ تاہم آپ نے فرصت کے اوقات میں چند کتب لکھ ہی دیں۔

(۱) ھدایۃ النبی المختار الی من یصلی الی یوم القرار۔ نماز کے متعلق مکمل و مفصل بحث اور صلوٰۃ النبی کا مکمل طریقہ مع ادعیہ ماثورہ۔

(۲) امر الکلی فی قول الرسول صلوا کما رأیتمونی اصلی یہ طبع نہیں ہو سکی۔ مسودہ ضائع ہو گیا۔

(۳) اقامۃ الحجۃ علی ان لا فرق بین صلوۃ المرء والمرأۃ اردو۔

(۴) مشکوٰۃ شریف کا عربی میں حاشیہ جو مطبع فاروقی دہلی نے شائع کیا۔

(۵) مسنون قراءت والا قرآن مجید معرّی۔ یعنی قرآن مجید کو مسنون قرأت کے مطابق طبع فرمایا اور مروجہ بدعیہ رموز اوقاف مثل ط۔ م۔ ج۔ لا وغیرہ کو خارج کر دیا۔

(۶) الدلائل الواثقہ فی مسائل الثلاثہ۔

شمائل مولانا مرحوم کریم النفس، حلیم الطبع، با اخلاق، منکسر المزاج نہایت سادگی پسند، قدآور، خوبصورت جسم۔ آپ چھوٹی

ہلکی پھلکی پگڑی، معمولی کرتا اور سفید پائجامہ زیب تن فرماتے، اگر کوئی اجنبی آتا تو طلبہ اور مولانا میں امتیاز نہ کر پاتا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ صحیح مسلم شریف کا درس دے رہے تھے۔ طلبہ میں پنجابی، بنگالی اور ہندوستانی وغیرہ تھے۔ کسی کے سر پر ٹوپی، کسی کے سر پر پگڑی وغیرہ، ایک دیہاتی آیا کہنے لگا مولوی عبدالوہاب صاحب کون ہیں۔ طلبہ نے بتایا، تب اُسے معلوم ہوا۔ نہایت سادگی سے رہتے۔ ممتاز ہو کر بیٹھنا چلنا پھرنا پسند نہ کرتے۔ تکلیف دینے والے کو معاف فرما دیتے۔ جو کچھ گھر میں کھانے کو میسر ہوتا بخوشی تناول فرماتے۔ غرباء کی دعوت میں جانا پسند کرتے۔ امراء کی دعوت سے احتراز فرماتے۔ دعوتوں میں طلباء کے ہمراہ بیٹھ کر ماحضر تناول فرماتے۔ جمعہ کے روز سیاہ پگڑی ہوتی تھی، جبہ، سفید کرتا سفید ہی پاجامہ۔

مولانا مرحوم کو حدیث سے اس قدر محبت تھی کہ باوجود درس و تدریس سے فرصت نہ ملنے کے جہاں کوئی حدیث کی کتاب معلوم ہوتی مطالعہ کے لئے بے چین ہو جاتے اور حتی الامکان ایسی نادرالوجود کتب احادیث کو خود نقل کرنے کی کوشش بھی کرتے۔ چنانچہ (۱) مستدرک حاکم کامل اپنے ہاتھ سے نقل کی۔ (۲) خلافیات بیہقی کامل خود نقل کی۔ (۳) مجمع الزوائد کا بہت سا حصہ اپنے ہاتھ سے نقل کیا۔

آپ کو صرف کتب احادیث کے نقل کرنے کا ہی شوق نہیں تھا بلکہ حتی الامکان ہر حدیث پر عمل کا بھی اہتمام فرماتے چنانچہ پگڑی کا پلہ پشت کی جانب چار انگشت لمبا رکھنے کی حدیث مجمع الزوائد میں دیکھی

تو اُسی وقت اپنی پگڑی کی اصلاح کر لی اور طلبہ کو بھی کہا کہ یہ مسنون طریقہ ہے، غرض کہ آپ اُسوۃ السلف تھے

حج مولانا مرحوم نے خوبی قسمت سے اپنی زندگی میں تقریباً دس حج کئے ہیں۔ چنانچہ پہلا حج ۱۳۲۱ھ میں۔ دوسرا ۱۳۲۵ھ میں تیسرا ۱۳۲۷ھ میں۔ چوتھا ۱۳۲۹ھ میں۔ پانچواں ۱۳۳۱ھ میں۔ چھٹا ۱۳۴۰ھ اور ساتواں ۱۳۴۷ھ میں کیا۔

ازواج مولانا مرحوم نے مختلف اوقات میں دس شادیاں کیں چنانچہ (۱) میمونہ بی بنت حاجی نورالٰہی صاحب مرحوم صندوق والے (۲) محمدی بیگم بنت حاجی نورالٰہی صاحب فوق الذکر (۳) فاطمہ بیگم (۴) چمن اماں (۵) فاطمہ بنت عبداللہ رح (۶) کلثوم بی بنت حاجی عنایت اللہ سپہاڑ گنجی (۷) نواب بیگم بنت ہدایت بیگم بنت اکبر علی خاں رئیس باڑی ریاست دھولپور۔ (۸) مریم بی بنت محمود خاں (۹) زہرہ جان بنت حاجی محمد عمر مکی (۱۰) امۃ الغنی۔

ذریات لڑکے:۔ (۱) عبدالودود صاحب مرحوم (۲) عبدالقدیر صاحب مرحوم۔ یہ دونوں بچپن میں قرآن شریف حفظ کرنے کے دوران فوت ہو گئے۔ (۳) حضرت الامام حافظ الحاج مولانا عبدالستار صاحب محدث و مفسر رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴) الحاج شیخ عبدالخالق صاحب زاد اللہ مجدہٗ وعمرہٗ حال وارد کراچی۔ (۵) مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب مکی مرحوم، جو مکۃ المکرمہ میں فوت ہوئے اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ وغفرلہٗ۔ (۶) الحافظ الحاج مولانا عبدالواحد صاحب موجودہ امام جماعت غرباء اہلحدیث ہند۔ (۷) حاجی عبدالحی

صاحب مرحوم۔ (۸) حافظ الحاج مولانا عبدالقہار صاحب مفتی جماعت غرباء اہلحدیث پاکستان حال وارد کراچی (۹) عبدالاحد صاحب مرحوم یہ بھی بچپن میں فوت ہوگئے۔

لڑکیاں :- (۱) ام کلثوم بی (۲) رقیہ بی (۳) خدیجہ بی (۴) مریم بی (۵) صغریٰ بی (۶) ام سلمہ

جو لڑکے لڑکیاں چھوٹی عمر میں فوت ہوگئے ان کے نام یاد نہیں۔

دیگر آپ کے دو بھائی تھے (۱) مولوی نور محمد صاحبؒ (۲) مولوی احمد صاحبؒ مدنی (ان کا جدہ سعودی عرب میں انتقال ہوا) غفر اللہ لہما دو بہنیں تھیں (۱) نام معلوم نہیں، ہاں بڑی بے بے سے معروف تھیں (۲) آمنہ بی عرف چھوٹی بے بے۔

انتقال آہ! یہ آفتاب علم، بحر العلوم، شیخ اسلام، توحید و احیاء سنت کا علم بردار، محدث ہند بتاریخ ۷۔۸ رجب ۱۳۵۱ھ بروز پیر بمنگل کی درمیانی شب تقریباً گیارہ بجے داعی اجل کو لبیک کہہ کر ہمیشہ کے لئے جماعت کو داغ مفارقت دے گئے۔ اور آغوش رحمت خداوندی میں اپنے شفیق استاد شیخ الکل سید میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کے مشرقی بغل میں جاگزیں ہوئے۔ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَنَوَّرَ مَرْقَدَهُمَا۔ اٰمِیْن۔

مولانا مرحوم کے انتقال پُر ملال سے جویانِ حق و طالبان حدیث کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۝ آپ کے انتقال کی خبر سن کر زندگی بھر کے مخالفت کرنے والے علماء مقلدین احناف وغیرہ نے طلباء کو یہ کہہ کر پڑھانے سے انکار کر دیا کہ "آج ہند میں

حدیث کا چراغ بجھ گیا ہے "

مولانا مرحوم نے قرآن وحدیث کی جو خدمات انجام دی ہیں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے صلہ میں مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ۔ آمین ۔ فقط

ابو محمد میانوالوی

(بقیہ حاشیہ ص۱۵) حضرت مولانا ابو الخلیل عبدالجلیل خان صاحب اسلاموی بن اللہ بخش صاحب بلوچ قصبہ اسلام دالا تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں اپنے مکان کے مشرقی جانب میں قصبہ بدھوآنہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں حضرت مولانا عبدالحمید رصاحب تلمیذ مولانا مرحوم جو مدرسہ دارالکتاب والسنۃ دہلی سے فارغ التحصیل ہو کر اپنے قصبہ بدھوآنہ میں آئے اور وہاں مدرسہ عربیہ اسلامیہ قائم کیا۔ ان کے پاس قرآن مجید ناظرہ پڑھنے کے لئے داخلہ لیا۔ گیارہ برس کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ بھی اچھی طرح پڑھ لیا اور پانچ جماعت اردو کی بھی پاس کر لیں۔ اس کے بعد مولانا عبدالحمید صاحب کے پاس کتب صرف ونحو اور ترجمہ قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ قرآن شریف کا ترجمہ تکمیل کرنے کے بعد ماہ شوال ۱۳۳۷ھ میں آپ حصول علم کی غرض سے دہلی چلے آئے، اور یہاں آکر مدرسہ حمیدیہ میں داخل ہو گئے۔ آپ کو وہاں کی تعلیم میں اطمینان حاصل نہ ہوا تو لاچار مولانا مرحوم کے مدرسہ دارالکتاب والسنۃ میں داخل ہو گئے یہاں پر مولانا مرحوم خود بھی بڑی محنت اور جانفشانی سے پڑھاتے اور دیگر اساتذہ حضرات سے بھی اسی طرح محنت لیتے۔ یہاں آپ نے صرف ونحو کی تکمیل کی۔ اس کے بعد کتب احادیث بلوغ المرام سے لے کر بخاری شریف تک پڑھیں۔ دیگر کتب احادیث وجملہ علوم وفنون پڑھ کر ۱۳۴۵ھ میں حضرت الامام مولانا عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ فارغ التحصیل ہوئے آپ کتاب وسنت کی ہمہ گیر اشاعت کرنے والے مبلغ ماہنامہ "صحیفہ اہلحدیث دہلی" کے مدیر رہے اور اب تک پندرہ روزہ صحیفہ اہلحدیث کراچی کے مدیر ہیں۔ الحمدللہ اب تک دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اور مدرسہ دارالسلام کراچی کے شیخ الحدیث بھی ہیں۔

(مرتب یٰسین دہلی)